پروفیسر محمد اکرام تائب (عارف والا)

احتساب

احتساب و احتساب و احتساب و احتساب
سو سوالوں کا یہی ہے ایک بس اپنا جواب

پھر وہی ہر پھر کے آجاتے ہیں چہرے سامنے
جس گھڑی بھی ملک میں ہوتا ہے اپنے انتخاب

شومیٔ قسمت وہی بنتے ہیں میر کارواں!!
حال سے بڑھ کر کہیں ماضی بھی جن کا ہے خراب

ان کے ڈیروں پر کھڑی ہوتی ہیں کتنی گاڑیاں
ہاتھ میں اپنے پکڑتے ہیں جو اُلٹی ہی کتاب

ہم ترستے ہیں یہاں نان شبینہ کے لئے!
اور ان کے پاس دولت کا نہیں کوئی حساب

قوم کو برباد کر دیتی ہیں ان کی شوخیاں
ہم غریب الناس رہتے ہیں سدا زیرِ عتاب

دشمنانِ ملک و ملت کون ہیں سب دیکھ لیں
وقت آپہنچا ہے چہرے سے اٹھا دو اب نقاب

جن چراغوں میں جلا ہے ہم غریبوں کا لہو!!
آج اُن سے ہم بھی لیں گے پائی پائی کا حساب

محسوسات

کچھ صومعی کو غم نہیں یوم حساب کا
سایہ ہے اس کے سر پہ رسالت مآب کا

انسان کے شعور کو بیدار کر دیا
احسان ہے سماج پہ ام الکتاب کا

سب انبیاء میں میرے نبی کی ہے یہ مثال
صحرا میں جیسے پھول کھلا ہو گلاب کا

آفاق کی حدوں سے بھی آگے نکل گیا
دیکھو تو حوصلہ شہِ گردوں رکاب کا

صدیق نے کچل دیئے منکر زکوٰۃ کے
یہ پہلا امتحان تھا شرعی نصاب کا

طغیانی آگئی وہیں دریائے نیل میں
پہنچا جو خط اُسے عمر ابن الخطاب کا

بنجر زمیں کو رشکِ گلستاں بنا گیا
کھل کر برسنا رحمتِ حق کے سحاب کا

عثمان باحیا سے عقیدت کے ساتھ ساتھ
خادم ہوں صدق دل سے علی ابو تراب کا

حسنین ہوں کہ حضرتِ حمزہ ہوں یا کہ حُر
روشن ہے ان کے خوں سے ورق آفتاب کا

(حضرت صومعی کاشمیری، لاہور دسمبر ۱۹۹۶ء)

سید کاشف گیلانی

مرزا غلام احمد کادیانی

فرنگی کھیل میں گاماں فقط بچہ جمورا تھا
حقیقت میں وہ اک ہلکائے کتے کا کتورا تھا

مسلمانوں کے ایمانوں کا قتل عام کرنے کو
نبوت کادیاں والے پیمبر کی دھتورا تھا

چپک جانا وہ اس کا ملت بیضا کی چمڑی سے
یہ ثابت کر چکا ہے نسل میں وہ کن کھجورا تھا

کوئی ہو کادیانی یا ہو لاہوری وہ کافر ہے
پڑے گا فرق کیا خنزیر کالا تھا کہ بھورا تھا

خدا کے برگزیدہ لوگ ایسے ہو نہیں سکتے
نبی کا نام گاماں تھا خلیفہ اس کا نورا تھا

اسے انسان کہہ دینا بھی ہے توہین انساں کی
وہ کانا آدمی بھی نامکمل تھا ادھورا تھا

نکلتا فلسفے کے دودھ سے پھر کس طرح مکھن
کہ دی انگریز نے اس کو نہ چاٹی نہ چٹورا تھا

خدا شاہد ہے اسکی قبر پر لعنت برستی ہے
نہ اک الہام سچا تھا نہ اک وعدہ ہی پورا تھا

غلام احمد کی تحریریں بھی پڑھ کر دیکھ لو کاشف
ہماری نظم پڑھ کر تم نے بے شک منہ بسورا تھا

انتخابی لیڈر سے

باتیں تمہاری سن کے تو سر دھن رہا ہوں میں
پھر مفلسی میں خواب کئی بن رہا ہوں میں

مجھ کو کسی نے بھی نہ چنا رحم کے لئے
کتنے برس سے راہ نما چن رہا ہوں میں

اے قلب ناصبور نہیں دور انقلاب
کچھ کشتگان غم کی صدا سن رہا ہوں میں

تازہ ہوئی ہیں یادیں غلامی کے دور کی
گرمی فضا میں ظلم کی ہے بھن رہا ہوں میں

کاشف نہ جائے گی کوئی فریاد رائیگاں
ہاتف کی یہ فلک سے ندا سن رہا ہوں میں